OPEN ACCESS
ACTA ISLAMICA
ISSN (Print): 2411-7315
http://sbbu.edu.pk/actaislamica

خواتین میں اخلاقی بے راہ روی کے معاشی اسباب

Economic causes of moral depravity in women

Gulfam
M. Phil. Scholar
Department of Islamic Studies, University of Baluchistan, Quetta
Dr. Noor Muhammad (Danish Bettani)
Assistant Professor Pashto Academy University of Peshawar.
danish.bettani@uop.edu.pk
Dr. Naseem Akhtar
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar
khtr_nsm@yahoo.com

Abstract

Teachings on morality and moral conduct constitute a major part Islamic literature. The Quran and the Hadith the central religious texts of Islam serve as the primary source for these teachings. Both the Quran and the hadith often instruct Muslims to adopt a morally upright character. Showing kindness to people and charity to the poor and the helpless are the most emphasized moral virtues in the Quran. In particular, helping people in their time of need, forgiving others' offenses, respecting parents and elders, fulfilling promises, being kind to people and to animals, being patient in adversity, maintaining justice, being honest, and controlling one's anger appear as major virtues in the Islamic concept of morality.

The constant desire to augment their worldly possessions and the fear of any decrease in their size will always keep them anxious and uneasy. It is generally observed that the wealthy people who have all the means of comfort at their disposal actually are unable to enjoy comfort themselves, because comfort cannot be achieved without content and peace of mind.

In this Article I discussed About the Economic reasons of Unethical behavior in women.

Key words: *Morality, Unethical Economic reasons, Moral virtue.*

CC BY

تمہید

خواتین میں اخلاقی بے راہ روی کی مختلف وجوہات میں سے کچھ وجوہات معاشی بھی ہیں جن میں سے چند ایک ضروری وجوہات کا ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

غربت اور بے روزگاری:

غربت وافلاس ایک ایسی وجہ ہے جس سے اکثر وبیشتر خواتین گھر سے باہر آتی ہیں اور ان میں سے کچھ روپے پیسے کے حصول اور اپنی بنیادی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہو جاتی ہیں اس حوالے سے اسلامی شریعت والدین پر یہ ذمہ داری عائد کرتی ہے کہ وہ اپنے لڑکیوں کو نان ونفقہ فراہم کریں۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا

"بہترین دولت جو خرچ کی جائے وہ بچوں پر خرچ کیا جانے والا مال ہے"۔ (1)

لڑکیوں کے نان ونفقہ کے لئے محنت کرنا،ایسے گناہوں کے کفارہ کا سبب قرار دیا گیا ہے۔یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ :

"کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ کسی اور ذریعے سے ممکن نہیں مگر اپنی زندگی گزرانے کے لئے محنت کرنا "۔(2)

"NF SHAPHERAD" اور "FS BREAD" کا کہنا ہے کہ:۔

غربت اور بے راہ روی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔یہ انسانی فطرت ہے کہ ہر حالت میں تمام بنیادی ضروریات کی تسکین چاہتا ہے، لیکن جب دن رات کی محنت کے باوجود اس کی بنیادی ضرورت زندگی مثلاً: خوراک، لباس اور رہائش پوری نہ ہوں تو ان کو حاصل کرنے کے غیر قانونی طریقے اختیار کرتا ہے، ایسے خاندانوں میں پرورش پانے والے بے راہ روی کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

بے راہ روی ان خاندانوں میں بھی پائی جاتی ہے جہاں غربت ہو والدین بے روزگاری کی وجہ سے لڑکیوں کو غذا، لباس اور تعلیم جیسی بنیادی سہولیتں میسر نہ کر سکتے ہوں، کوئی مستقل ذریعہ آمدنی نہ ہو۔

"گلو ٹیکس" نے ۵۰۰ بے راہ و بچوں پر تحقیق کی اور ان کے تجزیے کے مطابق ۶۲% فیصد بے راہ کے والدین بے روزگار تھے۔اس سلسلے میں میرل (MIRRAL) کا کہنا ہے کہ جن گھرانوں کی آمدنی کم ہوتی ہے ان گھرانوں کے بچے اپنے والدین کا بوجھ کم کرنے کے لئے تعلیم کی طرف دھیان نہیں دیتے، فیکٹریوں میں ملازمت کا پیشہ

اختیار کر لیتے ہیں وہاں کا ماحول لڑکے لڑکیوں کو جرم کی طرف اکساتا ہے، جن فیکٹریوں میں زیادہ بچے کام کرتے ہیں، وہاں جرائم کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ بے راہ بچوں میں زیادہ تعداد بیروزگار بچوں کی ہے۔ (3)

بلاشبہ، لڑکیوں کی ملازمت کا معاملہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کہ غربت عام پھیل جاتی ہے۔جب کہ غریب گزار حکمت عملی بن جاتی ہے کیونکہ خاندان اس کے علاوہ اپنے آپ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ بالخصوص بڑے خاندان اور بہت سی لڑکیوں کی صورت میں۔اسی سلسلہ میں پروفیسر عبدالجبار شاکر "اسلام میں بچوں کا مقام" نامی کتاب میں لکھتے ہیں۔

"بچوں کی ملازمت اور تعلیم کے درمیان تعلق بہت پیچیدہ مسئلہ ہے، دونوں ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں ۔ایک بچے کی کام کے ساتھ وابستگی اس لڑکے یا لڑکی کی سکول کی کارکردگی کو کمزور کر دیتی ہے بچے اس حالت میں مکمل طور پر سکول چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب سکول کا ماحول بچوں کی ضروریات کے لئے محفوظ اور معاون نہیں ہوتا، جب تعلیم کے اخراجات اس قدر بڑھ جائیں، جب تعلیم کے معیار پست ہو جائے اور جب کوئی تعلیمی مواقع باقی نہ رہیں، تو بچے محنت کی مارکیٹ کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، ہم جانتے ہیں بچوں کی ملازمت تعلیم اور تربیت کی پست سطح سے منسلک ہے۔بچوں کو کوئی اچھا سا کام کرنے کے مواقع تلاش کرنا، حال اور مستقبل میں بہت محدود ہوں گے بچے غربت اور کم آمدنی کے چکر میں گرفتار رہیں گے "۔ (4)

دفاتر کے مخلوط ماحول میں عدم تحفظ کا شکار خواتین

دفاتر میں عموماً خواتین عدم تحفظ کا شکار رہتی ہیں اور حقیقتاً جنسی ہراسمنٹ کے اکثر و بیشتر واقعات مخلوط ماحول میں پیش آتے ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ یہ صرف مشرقی معاشروں میں ہوتا ہے بلکہ ایسے معاشروں میں بھی ہوتا ہے جہاں جنسی آزادی دی گئی ہے۔پھر یہ کہ اس سے خاندانی نظام بھی از حد متاثر ہوتا ہے۔روسی صدر میخائل گورباچوف کے زمانے میں 'پروسٹرائیکا' کا بہت چرچا ہوا تھا۔اس نے صاف اور واضح الفاظ میں لکھا:

ہمارے مغرب کی سوسائٹی میں عورت کو گھر سے باہر نکالا گیا اور اسکو گھر سے باہر نکالنے کے نتیجے میں بے شک ہم نے کچھ معاشی فوائد حاصل کئے اور پیداوار میں کچھ اضافہ ہوا، اسلئے کہ مرد بھی کام کر رہے ہیں اور عورتیں بھی کام کر رہی ہیں، لیکن پیداوار میں اضافے ہونے کے باوجود اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو گیا اور اس فیملی سسٹم کے تباہ ہونے کے نتیجے میں ہمیں جو نقصانات اٹھانے پڑے وہ اُن فوائد سے زیادہ ہیں جو پروڈکشن میں اضافے کے نتیجے میں ہمیں حاصل ہوئے۔لہذا میں اپنے ملک میں 'پروسٹرائیکا' کے نام سے ایک تحریک شروع کر رہا ہوں۔اس میں میرا ایک بڑا بنیادی مقصد یہ ہے کہ وہ عورت جو گھر سے باہر نکل چکی ہے، اسکو

واپس گھر میں کیسے لایا جائے؟ اسکے طریقے سوچنے پڑیں گے، ورنہ جس طرح ہمارا فیملی سسٹم تباہ ہو چکا ہے، اس طرح ہماری پوری قوم تباہ ہو جائے گی'[5]

اس طرح سے کچھ عرصے کے اندر اندر گھر، خاندان اور مرد وزن کے تعلقات سے متعلق اشتراکیوں نے اپنے سارے فلسفہ کو لپیٹ کر رکھ دیا۔ ابھی حال ہی میں روس کے صدر پیوٹن نے روس میں کم ہوتی ہوئی آبادی میں 1991 سے اب تک 50 لاکھ کی کمی ہوئی ہے۔ پہلے بچے کے لئے ماہانہ وظیفہ 700 روبل سے بڑھا کر 1500 روبل اور دوسرے بچے کے لئے 3000 مقرر کر دیا گیا ہے۔[6]

تجربے نے ان پر یہ واضح کر دیا کہ وہ بالکل غلط راہ پر چل پڑے تھے۔ اب تو وہ مخلوط طریقہ تعلیم کو ختم کرنے پر بھی زور دے رہے ہیں۔ انکا تجربہ یہ ہے کہ ان مشترک اداروں کی وجہ سے عورتوں اور مردوں میں صرف ذہنی انارکی اور اخلاقی آوارگی ہی پیدا نہیں ہو رہی بلکہ ملک کی اجتماعی اور فوجی قوت پر بھی اسکا بہت برا اثر پڑ رہا ہے۔

یہ تو اشتراکیت کا حال تھا، اب امریکہ، جیسے مغربی تہذیب کا ایک علامتی نمائندہ سمجھا جاتا ہے، کو دیکھتے ہیں۔ خاندانی زندگی کے انتشار کی وجہ سے امریکن قوم و ریاست کو جو خطرات لاحق ہیں، اس بارے میں Fulton J. Sheen اپنی کتاب Communism and Conscience of the West میں رقمطراز ہیں:

'امریکہ اپنی گھریلو زندگی میں جس راہ پر جا رہا ہے اس کو اس نے اگر ترک نہ کیا تو مذہبی و اخلاقی نقطہ نظر سے الگ سراسر دنیاوی ومادی نقطہ نظر سے بھی وہ نہایت ہولناک نتائج سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ والّا یہ کہ امریکن بتدریج ایک غداروں کی قوم بنتے چلے جائیں گے۔ جس قوم کے اندر پچاس فیصد لوگ یہ سمجھنے لگ جائیں کہ وہ جب چاہیں محض اپنی خوشی اور سہولت کی خاطر نکاح کے مقدس عہد کو بلا تامل توڑ کر پھینک سکتے ہیں تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس قوم کی زندگی میں وہ ساعت آن پہنچی ہے جب اسکے شہری ملک وملت سے وفاداری کے عہد کو کوئی اہمیت دینا چھوڑ دیں گے۔ جب کسی ملک کے شہریوں کو لگاؤ گھر سے ختم ہو جائے، جو دولتِ مشترکہ اور حکومتِ خود اختیاری کا اصلی مرکز ہے، تو زیادہ دیر نہیں گزرے گی کہ قوم اور وطن سے انکا لگاؤ بھی باقی نہیں رہے گا۔ جس ملک میں بیگم الف ہر آن بیگم جیم بننے کے لئے تیار رہیں اس ملک کے باشندوں کو غیروں سے ساز باز کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ جو آج گھر سے غداری کے مرکب ہو رہے ہیں وہ کل قوم کے ساتھ غداری کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ ثانیاً یہ کہ لوگوں کی ذہنیتیں ایسی بنتی چلی جائیں گی کہ پھر کوئی شخص ملک وملت کی خاطر ایثار کرنے، انکے لئے مصائب جھیلنے اور انکے فائدہ کی خاطر مشقت اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوگا کیونکہ گھر ہی تو

وہ جگہ ہے جہاں افرادِ قوم کو ضبطِ نفس کا، اجتماعی مفاد کے پاس واحساس کا اور دوسرں کے ساتھ مل کر، اور انکے لئے زندگی بسر کرنے کا سبق ملتا ہے۔ گھر ہی وہ درسگاہ ہے جہاں آدمی کو اپنی خوشی کو دوسروں کی خوشی پر، اپنی خواہشات پر، اپنے آرام کو دوسروں کے آرام پر، حتیٰ کہ اپنی جان کو دوسروں کی جان پر بغیر کسی بدلے یا غرض کے اور بغیر کسی تردد کے قربان کر دینے کی تربیت ملتی ہے۔۔۔۔۔ اگر گھروں کے اندر ہیر و پیدا کرنے کا انتظام باقی نہ رہے گا تو قوم کے اندر ہیرو کہاں سے آئیں گے؟ جو لوگ اپنے بال بچوں کے لئے محنت و مشقت کرنے سے بھاگیں گے وہ قوم وملک کی خاطر کیوں اور کس طرح مشقت کریں گے؟۔۔۔۔۔۔ ایثار وقربانی کی تربیت کے لئے جب گھر کا نظام باقی نہیں رہے گا تو قوم کے اندر سے اس چیز کی جڑ ہی کٹ جائے گی۔ (7)

آسائشات کی دوڑ اور نت نئے فیشن

آج کل مادی دنیا میں کامیابی و ناکامی کا تصور ہی بدل گیا ہے۔ جس گھر میں مادی آسائشات کی بھر مار ہو انہیں ہی زندگی کی دوڑ میں کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ پھر یہ کہ خواتین میں مردوں کی نسبت آسائشات جمع کرنے کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور وہ نت نئے فیشن کو اختیار کرنے کے لیے ذرائع آمدنی میں اضافے کی کوششیں کرتی ہیں۔ انہیں ہر پارٹی، ہر مجلس اور دعوت کے لیے نئے کپڑے چاہیے ہوتے ہیں اور اسی کو وہ باعث تفاخر سمجھتی ہیں۔ عورت کو اللہ نے خاندان اور گھر ہستی کی ذمہ داریوں کے لیے بنایا ہے، اس وجہ سے جب وہ اپنی اصل جگہ چھوڑ کر معاش کے معاملات میں پڑتی ہے تو اسکو روحانی و مادی دونوں قسم کے ناقابلِ تلافی نقصانات پہنچتے ہیں۔ مثلاً:

(ا) کاروبارِ زندگی میں اسکو ایک ایسے حریف کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس میدان کی بازیاں جیتنے کے لیے اس پر خلقی وفطری برتری رکھتا ہے۔ اِس میدان میں مرد کی قوتیں اور قابلیتیں ٹھیک اسی طرح اسکے ساتھ تعاون کرتیں ہیں۔ اسکے برعکس عورت کو ودیعت کردہ صلاحیتیں اس میدان میں اسکا ساتھ دینے کے بجائے مزاحمت کرتی ہیں جسکی وجہ سے بعض اوقات وہ خود کو بے بس محسوس کرتی ہے۔ حتیٰ کہ انتہائی جدوجہد کے باوجود بھی اپنے اس نقص کی تلافی کی کوئی راہ نہیں پاتی کیونکہ اس مقابلے میں مرد کی برتری اکتسابی (acquired) نہیں بلکہ فطری (Inherent) ہے۔ اس صورتحال کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورت اپنی بے بسی تسلیم کرکے بالآخر مرد کی ایک تابع مہمل بن کر رہ جاتی ہے اور اپنی شخصیت میں بالکل گم کر دیتی ہے یا پھر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر ہر بات میں مرد کی نقل کرنے لگ جاتی ہے۔

(ب) اللہ تعالیٰ نے عورت کو سنبھالنے والی، نگہداشت کرنے والی اور فیض پہنچانے والی بنایا ہے لیکن معیشت کے میدان میں اسے مطالبہ کرنے سے لیکر ہڑتال، تخریب اور سارے دفتری ہنگاموں میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ قدرت نے اسے مامتا کا جمال اور زوجیت کی محبوبیت بخشی ہے۔ اسکی مادرانہ شفقت اور محبت بھری مسکراہٹ اس دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی اور حیات بخش دولت ہے۔ لیکن اس میدان میں وہ مجبور ہوتی ہے کہ اپنے ان انمول جذبوں کو نمائشی مسکراہٹ اور نازو

انداز میں بدلے۔

بحیثیت ایک بیوی کے اسکی معیت و رفاقت، ہمارے نبی ﷺ کے الفاظ میں، اس دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔ لیکن اس نئے مشغلے کے بعد ایک بیوی سے زیادہ وہ اپنے اندر ایک حریف اور مد مقابل کی خصوصیات جمع کر لیتی ہے۔ ان دونوں مقابل اوصاف کا موازنہ کر کے دیکھیے کہ دوسروں کے نفع نقصان سے قطع نظر خود عورت اپنی ذات کے نقطہ نظر سے یہ نفع کا سودا کرتی ہے یا نقصان کا؟

(ج) ایک خاتون اپنے فطری منصب کے لحاظ سے اپنے گھر کی حکمران ہے، اپنے شوہر کی عزت اور اسکی دولت میں شریک ہے اور عام طور پر ایک متوازن زندگی گزارنے والے خاندان میں شوہر بیوی کی اس سلطنت میں فطری طور پر مداخلت نہیں کرتا۔ جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسکی قیمت اسے اس سلطنت سے دستبرداری کی شکل میں چکانا پڑتی ہے۔

(د) گھر سے باہر عورت خواہ کتنی ہی کوشش کرے، اول تو اپنی فطری کمزوریوں کی وجہ سے اپنی بہت سے اعلیٰ خصوصیات سے محروم ہونے کے بعد بھی مرد کے مقابل فروتر ہی رہتی ہے، ثانیاً اس میدان میں اگر وہ کوئی خدمت سرانجام دیتی بھی ہے تو مرد کی طرف سے مشکل ہی سے اسکا اعتراف کیا جاتا ہے۔ مرد پوری سچائی سے عورت کی قابلیت کا اعتراف کبھی نہیں کرتا۔ وہ پارلیمنٹ کے اندر بھی عورت کو ایک مدبر اور قانون دان کی حیثیت سے دیکھنے اور اسکی سمجھ بوجھ اور معاملہ فہمی کی داد دینے کے بجائے اسکے حسن و جمال، کپڑوں اور ان کے colors ہی کو دیکھتا ہے اور اگر کوئی داد دیتا بھی ہے تو اسی پہلو سے دیتا ہے۔ مرد کسی صورت میں عورت کی برتری تسلیم نہیں کرتا، پھر خواہ مخواہ اپنی نسوانیت داو پر لگانے کا فائدہ؟

معاشی ضروریات پوری کرنے کے لیے غیر اخلاقی راستے

خواتین کا اصل دائرۂ کار گھر اور خاندان ہے۔ ان پر خاندانی نظام کو چلانے اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت جیسی پیچیدہ اور انتہائی اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ انہیں پوری خوش اسلوبی کیساتھ اپنا یہ فرض نبھانا چاہیے۔ مغرب عورت کو اس دائرہ عمل میں لے آیا ہے۔ اس طرح سے اس نے اپنے دفتر اور کارخانے چلانے کے لئے دو گنے ہاتھ تو حاصل کر لئے اور بظاہر بڑی ترقی کر لی مگر گھر اور خاندان کو سکون کھو دیا۔ انکے نکاح طلاقوں پر ختم ہو رہے ہیں، انکے بچے تباہ ہو رہے ہیں، ان کے لئے ٹھکانہ اگر ہے تو کلب یا ہوٹل میں، گھر ان کے لئے سکون کی جنت نہیں رہے اور اپنی جگہ لینے کے لئے بہتر انسان تیار کرنے کا کام انہوں نے چھوڑ دیا۔ ایسی ترقی پر کوئی ریجھتا ہے تو ریجھے، ہمیں ایسی ترقی نہیں چاہیے۔ مسلم خواتین کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں درسِ قرآن کا اہتمام کریں۔ اپنے بچوں کو آقا کریم ﷺ، صحابہ کرامؓ اور مسلمان علمائ و مجاہدین کی سوانح عمرایاں سنائیں اور توحید، عشقِ

رسول ﷺ اور دین کی محبت انکے قلب وروح میں بسانے کی کوشش کریں۔ یہ بات ہمیں بہت چھوٹی نظر آتی ہے لیکن سوانح عمریوں کے بچوں اور نوجوانوں کے ذہنوں پر بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں۔ مشہور امریک سائیکا لوجسٹ Scott Peck نے اپنی کتاب "The Road Less Travelled" میں لکھا ہے کہ بچوں اور نوجوانوں پر سوانح عمریوں کا بہت گہرے اثر پڑتا ہے کیونکہ وہ غیر شعوری طور پر کسی نہ کسی Role Model بنا لیتے ہیں اور پھر اسی کی طرح بننے میں اپنی صلاحیتیں لگا دیتے ہیں۔ بچے ہمارا مستقبل ہیں۔ اپنے بچوں کی تربیت جیسے حساس اور اہم ترین کام کو فلم یا کارٹون انڈسٹری کے مفاد پرست، بے رحم ہاتھوں میں مت دیں۔ ایک جدید ریسرچ کے مطابق ٹی وی کی سکرین پر مناظر یا تصاویر ایک سکینڈ کے 30 ویں حصے سے زیادہ تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں جسی وجہ سے دماغ میں انکو جانچنے اور پرکھنے (Analyze) کی صلاحیت نہیں ہوتی اور انسانی دماغ انکی اچھائی برائی کی تمیز کئے بغیر انکو اپنے اندر جذب کر لیا ہے۔[8]

یہی وجہ ہے کہ الیکٹرونک میڈیا رائے عامہ کو بدل دینے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے اور اسکے ذریعے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کیا جا سکتا ہے۔ آپ اپنے بچوں کو گھر میں تفریح فراہم کرنے کی غرض سے، انہیں دنیا سے باخبر رکھنے کی غرض سے یا کسی اور وجہ سے ٹی وی کے آگے بٹھا دیتے ہیں اور بعد میں یہی بچے اپنی تمام تر صلاحیتیں سلمان خان، شاہ رخ خان، ایسوریہ رائے، قم قم اور کیٹ ونسلٹ وغیرہ بننے پر لگا دیتے ہیں۔ یہ میڈیا انکی جیسی تربیت کرتا ہے وہ آپ آئے روز اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں۔ ملک میں جنسی جرائم بڑھتے جا رہے ہیں، پیسے کی خاطر لوگ کچھ بھی کر گزرنے کے لئے تیار رہتے ہیں، نوجوان نسل اپنے بڑوں کا احترام نہیں کرتی، ہر طرف نفسا نفسی کا دور دورہ ہے، خود غرضی اپنی انتہاؤں کو پہنچ رہی ہے، لوگ مذہب و اخلاقیات کے ساتھ ساتھ خونی رشتوں سے بیگانہ ہو رہے ہیں۔ کیا یہ کوئی قابل اطمینان حالت ہے؟ یہ صرف اخلاق ہی کا سوال نہیں ہے، ہماری پوری تہذیب کا سوال ہے۔ انسان کو عمر کے کسی بھی حصے میں بدل دینے کی قوت صرف اسلامی تعلیمات میں ہے۔ قرآن انسان کے خون میں اترنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جب کسی کے اندر اتر جائے تو پھر اسے کوئی مسخر نہیں کر سکتا۔ خدارا! اپنے بچوں کو یہ تعلیم و تربیت دیجیئے۔ اسلامی تعلیمات کے زیر اثر ہماری مسلم ماؤں کی تربیت ہی تو تھی جس نے دنیا کو ہمارے قدموں میں لا کر ڈال دیا تھا۔ دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہمارا رعب تھا۔ ہم اللہ کے دین کے نفاذ کی خاطر اپنے گھوڑوں کو دریا کی لہروں پر دوڑا دیا کرتے تھے اور کفر کی طاقتیں ہماری یلغار دیکھ کر 'دیو آمدند، دیو آمدند' پکار اُٹھتی تھیں۔

ہمیں نہیں چاہیں انڈین فلموں کے پیدا کردہ لہراتے بل کھاتے ہوئے ہیروز۔ ہمیں نہیں چاہییں قم قم اور سوجل کی طرح کے مرد و زن۔ ہمیں اُس شہزادے ﷺ کے سچے پیروکار چاہیں جو دشمن کے حملے کی افواہ کا

سنتے ہی سحر کے نوضیز اجالوں میں، تنِ تنہا، گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار، تلوار گلے میں لٹکائے، سب سے پہلے مدینے سے باہر اسکی تصدیق کے لئے پہنچتا تھا۔ افسوس! صد افسوس! ماؤں کا کردار کیا بدلا کہ تاریخ کے دھارے کا رُخ موڑنے والے لوگ ہی ناپید ہو گئے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے:

'نبی کریم ﷺ نے فرمایا کائنات کی بہترین عورتیں چار ہیں۔ حضرت مریمؑ بنت عمران' حضرت خدیجہؓ بنت خویلد، حضرت فاطمہؓ بنت محمد ﷺ اور حضرت آسیہ زوجہ فرعون۔(9)

ذیل میں ہم معاشی ضروریات پورے کرنے کے ایسے غیر اخلاقی راستے بیان کرتے ہیں جن میں مبتلا ہو کر خواتین کچھ معاشی فوائد تو حاصل کر پاتی ہیں مگر اخلاقی حدود سے گر کر وہ ایک کھلونے کی حثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

ماڈلنگ

ان میں سے ایک طریقہ اشتہارات مختلف کمپنوں اور ان کی پروڈکٹس کی تشہیر کے لیے ماڈلنگ کرنا بھی ہے۔ اس غیر اخلاقی فعل سے عورت بس ایک ایسا آلہ بن کر رہ جاتی ہے جسے اپنی پروڈکٹس فروخت کرنے کا ایک حسین ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ان آیات میں غض بصر کا حکم دے کر گویا زنا کے پہلے سبب اور ذریعہ کا انسداد فرمایا۔ تاکہ دیدہ بازی سے حسن پرستی تک اور حسن پرستی سے عشق بازی تک نوبت نہ پہنچے۔ اور عورت کو غض بصر کے ساتھ ظاہری اعضاء کے پردے کا بھی حکم دیا ہے۔ نگاہوں پر پہرہ بٹھانے اور پردہ کرانے کے بعد قرآن کریم نے بڑی خوش اسلوبی سے بے حیائی کے ان تمام کاموں سے روک دیا جو دواعی زنا ہیں، اور ایک نہج پر پہنچ کر زنا کا سبب بنتے ہیں، قرآن کریم نے انسانی معاشرہ کو جرائم میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی خوف خدا اور فکر آخرت کے ذریعے اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، اور ساتھ ساتھ جرائم کے اسباب وذرائع کا بھی انسداد فرمایا تاکہ معاشرہ میں کسی طور جرائم کا صدور نہ۔

معاشرتی جرائم کی ایک قسم اخلاقی جرائم ہے۔ جس سے معاشرہ میں فساد اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ اسلام نے اس قسم کے جرائم کی بھی شدید مذمت کی ہے اور ان سے بچنے کی سختی سے تاکید کی ہے، جس طرح حسن اخلاق صرف کسی سے خندہ پیشانی سے ملنے، نرمی سے بات کرنے، ہمدردی کے چند الفاظ کہنے کا نام نہیں ہے، بالکل اسی طرح اخلاقی جرائم بھی چند گنے چنے رذائل اخلاقی کا نام نہیں، بلکہ انسان کے تمام غلط جذبات اور برے خواہشات اس میں شامل ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں جتنے گناہ اور جرائم سرزد ہوتے ہیں ان کے دو ہی سبب ہوتے ہیں، زبان کی بے اعتدالی یا جنسی خواہشات کی بے اعتدالی۔ اسلام نے ان دونوں بے اعتدالیوں کی روک تھام کے لیے بڑے وسیع اور ہمہ گیر احکام دیئے ہیں۔ چنانچہ اسلام نے رہبانیت کی طرح جنسی جذبے کو بالکلیہ رد نہیں کیا بلکہ ایک طرف انسان کے اس فطری جذبے کو پوری طرح تسلیم کیا ہے۔ اس کے صحیح استعمال کی خاطر نکاح کا پاکیزہ طریقہ تجویز فرمایا ہے اور دوسری طرف ان تمام بے اعتدالیوں پر کڑی بندشیں

عائد کی ہیں۔ جو معاشرے میں کسی بھی حیثیت سے فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کی ذمہ دار ہو سکتی ہیں۔

اس مقصد کے لئے قرآن و سنت میں اخلاقی و قانونی ہدایات کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ جس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی اس ہدایت سے ہوتا ہے کہ:-

"قل للمئومنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلك ازکیٰ لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون"(10)

"آپ مسلمانوں سے کہیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لئے خوب پاکیزگی کا باعث ہے، بے شک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔"

اور دوسری طرف عورتوں کو ارشاد ہے:-

"وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبرجنَ تَبرج الْجَاهِلِيَّةِ الْاولی"(11)

"اور تم اپنے گھروں میں رہو، اور پچھلی جاہلیت کی طرح اپنی زیب وزینت کی نمائش کرتی نہ پھرو۔"

بلکہ اس سے پہلے ان کو یہاں تک ہدایت دی گئی کہ:

"فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قلبه مرضٌ وَقلن قولاً مَعْرُوفا۔(12)

"پس تم (نامحرم مردوں سے) نزاکت کے ساتھ بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں روگ ہو وہ لالچ کرنے لگے، اور قاعدے کی بات کرو۔"

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:-

"وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ"(13)

"اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔"

سید مودودیؒ خواتین کی زیب وزینت کی حدود، ماڈلنگ اور اس ضمن میں ان کے لیے ہدایات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بناؤ سنگھار" ہم نے "زینت" کا ترجمہ کیا ہے، جس کے لیے دوسرا لفظ آرائش بھی ہے۔ اس کا اطلاق تین چیزوں پر ہوتا ہے: خوشنما کپڑے، زیور، اور سر، منہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ کی مختلف آرائشیں جو بالعموم عورتیں دنیا میں کرتی ہیں، جن

کے لیے موجودہ زمانے میں (Makeup) کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہ بناؤ سنگھار کس کو نہ دکھایا جائے۔

مردوں کے لئے عورت کا ستر ہاتھ اور منہ کے سوا اس کا پورا جسم ہے جسے شوہر کے سوا کسی دوسرے مرد حتی کہ باپ اور بھائی کے سامنے بھی نہ کھلنا چاہیے، اور عورت کو ایسا باریک یا چست لباس بھی نہ پہننا چاہیے جس سے بدن اندر سے جھلکے یا بدن کی ساخت نمایاں ہو۔ حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ حضور نے فورا منہ پھیر لیا اور فرمایا یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحیض لم یصلح لھا انیری منھا الا ھذا و ھذا و اسار الی وجھہ و کفیہ، اسماء جب عورت بالغ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ ابن جریر نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ان کے ہاں ایک اخیافی بھائی عبداللہ بن الطفیل کی صاحبزادی آئی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) گھر میں تشریف لائے تو انہیں دیکھ کر منہ پھیر لیا۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میری بھتیجی ہے۔ آپ نے فرمایا اذا عرکت المرأة لم یحل لھا ان تظھر الا وجھھا والا ما دون ھذا و قبض علی ذراع نفسہ و ترک بین قبضتہ و بین الکف مثل قبضۃ اخری، جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ ظاہر کرے اپنے منہ کے سوا اور اپنے ہاتھ کے سوا، اور ہاتھ کی حد آپ نے خود اپنی کلائی پر ہاتھ رکھ کر اس طرح بتائی کہ آپ کی مٹھی اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی کی جگہ اور باقی تھی۔ اس معاملے میں صرف اتنی رعایت ہے کہ اپنے محرم رشتہ داروں (مثلا باپ بھائی وغیرہ) کے سامنے عورت اپنے جسم کا اتنا حصہ کھول سکتی ہے جسے گھر کا کام کاج کرتے ہوئے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے، جیسے آٹا گوندھتے ہوئے آستینیں اوپر چڑھا لینا، یا گھر کا فرش دھوتے ہوئے پائنچے کچھ اوپر کر لینا۔ اور عورت کے لئے عورت کے ستر کے حدود وہی ہیں جو مرد کے لئے مرد کے ستر کے ہیں، یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورتوں کے سامنے عورت نیم برہنہ رہے۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ڈھانکنا فرض ہے اور دوسرے حصوں کا ڈھانکنا فرض نہیں ہے۔(14)

قحبہ گری اور کال گرل

عرب میں ایک معیوب پیشہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنی مملوک لونڈیوں سے قحبہ گری کرواتے تھے اور ان میں سے جو لونڈیاں یہ کام نہ کرنا چاہتی تھیں انہیں اس کام پر مجبور کرتے تھے۔ قرآن مجید نے اس بدترین کام سے منع فرمایا اسی بات کی وضاحت کرت ہوئے سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

"اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر لونڈیاں خود پاک دامن نہ رہنا چاہتی ہوں تو ان کو قحبہ گری پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر لونڈی خود اپنی مرضی سے بدکاری کی مرتکب ہو تو وہ اپنے جرم کی آپ ذمہ دار ہے،

قانون اس کے جرم پر اسی کو پکڑے گا، لیکن اگر اس کا مالک جبر کر کے اس سے یہ پیشہ کرائے تو ذمہ داری مالک کی ہے اور وہی پکڑا جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ جبر کا سوال پیدا ہی اس وقت ہوتا ہے جبکہ کسی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی کام پر مجبور کیا جائے۔ رہا "دنیوی فائدوں کی خاطر" کا فقرہ، تو دراصل یہ ثبوت حکم کے لیے شرط اور قید کے طور پر استعمال نہیں ہوا ہے کہ اگر مالک اس کی کمائی نہ کھا رہا ہو تو لونڈی کو قحبہ گری پر مجبور کرنے میں وہ مجرم نہ ہو، بلکہ اس سے مقصود اس کمائی کو بھی حرمت کے حکم میں شامل کرنا ہے جو اس ناجائز جبر کے ذریعہ حاصل کی گئی ہو۔

لیکن اس حکم کا پورا مقصد محض اس کے الفاظ اور سیاق و سباق سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اسے اچھی طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان حالات کو بھی نگاہ میں رکھا جائے جن میں یہ نازل ہوا ہے۔ اس وقت عرب میں قحبہ گری کی دو صورتیں رائج تھیں۔ ایک خانگی کا پیشہ۔ دوسرے باقاعدہ چکلہ۔

"خانگی" کا پیشہ کرنے والی زیادہ تر آزاد شدہ لونڈی ہوتی تھیں جن کا کوئی سرپرست نہ ہوتا، یا ایسی آزاد عورتیں ہوتی تھیں جن کی پشت پناہی کرنے والا کوئی خاندان یا قبیلہ نہ ہوتا۔ یہ کسی گھر میں بیٹھ جاتیں اور کئی کئی مردوں سے بیک وقت ان کا معاہدہ ہو جاتا کہ وہ ان کو مدد خرچ دیں گے اور اپنی حاجت رفع کرتے رہیں گے۔ جب بچہ پیدا ہوتا تو عورت ان مردوں میں سے جس کے متعلق کہہ دیتی کہ یہ بچہ اس کا ہے اسی کا بچہ وہ تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ یہ گویا معاشرے میں ایک مسلم ادارہ تھا جسے اہل جاہلیت ایک قسم کا "نکاح" سمجھتے تھے۔ اسلام نے آکر نکاح کے صرف اس معروف طریقے کو قانونی نکاح قرار دیا جس میں ایک عورت کا صرف ایک شوہر ہوتا ہے اور اس طرح باقی تمام صورتیں زنا میں شمار ہو کر آپ سے آپ جرم ہو گئیں۔

دوسری صورت، یعنی کھلی قحبہ گری، تمام تر لونڈیوں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ اس کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ لوگ اپنی جوان لونڈیوں پر ایک بھری رقم عائد کر دیتے تھے کہ ہر مہینے اتنا کما کر ہمیں دیا کرو، اور وہ بے چاریاں بدکاری کرا کرا کر یہ مطالبہ پورا کرتی تھیں، اس کے سوا نہ کسی دوسرے ذریعہ سے وہ اتنا کما سکتی تھیں، نہ مالک ہی یہ سمجھتے تھے کہ وہ کسی پاکیزہ کسب کے ذریعہ سے یہ رقم لایا کرتی ہیں، اور نہ جوان لونڈیوں پر عام مزدوری کی شرح سے کئی کئی گنی رقم عائد کرنے کی کوئی دوسری معقول وجہ ہی ہو سکتی تھی۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنی جوان جوان اور خوبصورت لونڈیوں کو کوٹھوں پر بٹھا دیتے تھے اور ان کے دروازوں پر جھنڈے لگا دیتے تھے جنہیں دیکھ کر دور ہی سے معلوم ہو جاتا تھا کہ "حاجتمند" آدمی کہاں اپنی حاجت رفع کر سکتا ہے۔ یہ عورتیں "قلیقیات" کہلاتی تھیں اور ان کے گھر "مواخیر" کے نام سے مشہور تھے۔ بڑے بڑے معزز رئیسوں نے اس طرح کے چکلے کھول رکھے تھے۔ خود عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین، وہی صاحب جنہیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ اپنا بادشاہ بنانا طے کر چکے تھے، اور وہی صاحب جو حضرت عائشہ پر تہمت لگانے میں سب سے پیش پیش تھے) مدینے میں ان کا ایک باقاعدہ چکلہ موجود تھا جس میں چھ خوبصورت

لونڈیاں رکھی گئی تھیں۔ان کے ذریعہ سے وہ صرف دولت ہی نہیں کماتے تھے بلکہ عرب کے مختلف حصوں سے آنے والے معزز مہمانوں کی تواضع بھی ان ہی سے فرمایا کرتے تھے اور ان کی ناجائز اولاد سے اپنے خدم و حشم کی فوج بھی بڑھاتے تھے۔ ان ہی لونڈیوں میں سے ایک، جس کا نام معاذہ تھا، مسلمان ہو گئی اور اس نے توبہ کرنی چاہی۔ابن ابی نے اس پر تشدد کیا۔اس نے جا کر حضرت ابو بکر سے شکایت کی۔انہوں نے معاملہ سرکار تک پہنچایا، اور سرکار رسالت مآپ نے حکم دے دیا کہ لونڈی اس ظالم کے قبضے سے نکال لی جائے

اصل مقصود محض لونڈیوں کو جرم زنا پر مجبور کرنے سے روکنا نہیں ہے بلکہ دولت اسلامیہ کے حدود میں قحبہ گری (Prostitution) کے کاروبار کو بالکل خلاف قانون قرار دے دینا ہے، اور ساتھ ساتھ ان عورتوں کے لیے اعلان معافی بھی ہے جو اس کاروبار میں جبراً استعمال کی گئی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ فرمان آجانے کے بعد نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اعلان فرما دیا کہ: لا مساعاۃ فی الاسلام "اسلام میں قحبہ گری کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے" دوسرا حکم جو آپ نے دیا وہ یہ تھا کہ زنا کے ذریعہ سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام، ناپاک اور قطعی ممنوع ہے۔[15]

آج کل اس جرم کی ایک جدید صورت یہ ہے کہ جنسی جرائم میں مبتلا خواتین جنسی ضروریات کو پورا کرنے والے خواہشمند مردوں کے پاس خود جاتی ہیں اور اس کے لیے انہوں نے اپنے نام کے بینک اکاونٹ بنا رکھے ہوتے ہیں جن میں روپیہ بھرنے کے بعد مطلوبہ خاتون حاجت مند مرد کے پاس چلی جاتی ہے اور اس طرح یہ جرم پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے اور سر عام بدنامی بھی نہیں ہوتی۔ایسی بد اخلاق خواتین کو "کال گرل" کا نام دیا جاتا ہے۔جس کے معنی ٹیلیفون یا دیگر ذرائع ابلاغ سے کال کر کے خاتون کو بلا لینا کے ہیں۔

حکومتی بے حسی اور غفلت:

اگر مرد عورت کے سماجی و معاشرتی رشتوں میں بے اعتدالی ہو تو معاشرہ زوال و انحطاط کی طرف بڑھنے لگتا ہے کیونکہ سماجی رشتوں میں توازن نہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اجتماع زندگی کے بعض شعبے خالی اور ویران ہونے لگتے ہیں اور بعض گوشوں پر ضرورت سے زیادہ قوت صرف ہو جاتی ہے۔یہ دونوں ہی باتیں معاشرہ کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ کسی بھی سیاسی و اجتماع نظام کے اندر مرکزی نقطہ خاندان ہے۔خاندان معاشرے کی ایک بنیادی اکائی اور یونٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔نظام زندگی چلانے کے لئے افراد خاندان یا گھر ہی مہیا کرتے ہیں۔اگر اس بنیادی یونٹ کو توڑ دیا جائے تو معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔خاندان سے معاشرہ اور معاشرے سے قوم وجود میں آتی ہے۔ اگر خاندان کا شیرازہ منتشر ہو جائے تو پورے ملک کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔خاندان کی اس اہمیت کی وجہ سے کسی بھی نظام میں سب سے زیادہ فکر اسکے تحفظ کی کیجاتی ہے کیونکہ اسکی حیثیت جڑ کی سی ہے اور اس کے تحفظ پر پورے نظام کے تحفظ کا

انحصار ہوتا ہے۔

جس دور میں عورت خاندان کی تعمیر کو اپنا مقصد سمجھتی تھی وہ ہمارا سنہری دور کہلاتا تھا اور آج جب اس طبقے کو خوابِ غفلت نے آن گھیرا ہے تو قوم ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ گھر اور خاندان جن کی اہمیت کو آپ ترقی کے جوش میں بھول گئے ہیں، دراصل وہ کارخانوں کی نسبت ترقی کے لئے کچھ کم ضروری تو نہیں! ان کارخانوں کے لئے جن صفات، نفسیات اور قابلیتوں کی ضرورت ہے وہ فطرت نے صرف عورت کو ہی دی ہیں۔ انکو چلانے کے لئے جن خدمات، محنتوں اور مشقتوں کی ضرورت ہوتی ہے، انکا زیادہ سے زیادہ بوجھ فطرت نے عورت ہی پر ڈالا ہے۔ اگرچہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ خاندان کی تشکیل میں مرد اور عورت دونوں ہی حصہ لیتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس کام میں جو حصہ عورت کا ہے وہ مرد کا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ گھر یا خاندان کی اصل معمار عورت ہوتی ہے۔ مرد کا کردار تو صرف سامانِ تعمیر کرنے تک محدود ہے۔ عورت کی مامتا کا جمال گھر کو رحم و محبت کی نورانیت سے منور کرتا ہے، رفیق زندگی کی حیثیت سے اسکی وفاداریاں اور جاں نثاریاں خاندان کو جوڑے رکھتی ہیں۔ اسکی آنکھوں کی ایک گردش میں جو معنٰی مضمر ہوتے ہیں وہ ہزار رہا اوراق میں نہیں سما سکتے، وہ اپنی محبت بھری جھڑکیوں میں جو کچھ سکھا دیتی ہے وہ ہزار ہا معلموں کی محنت سے بھی نہیں سکھایا جاسکتا۔ دفتروں اور کارخانوں کے لئے آپ کو سینکڑوں آدمی مل سکتے ہیں لیکن گھر کے اندر عورت کے نہ ہونے سے جو خلا پیدا ہو گا اور جوتا سازی میں کوئی فرق نہیں؟ آدم سازی کے ان کارخانوں میں کرنے کے بہت کام ہیں۔ کوئی فرض شناسی کیساتھ ان کاموں کو کرنا چاہیے، جیسا کہ انکا حق ہے، تو اسے سر کھجانے کی فرصت نہ ملے۔ انکو جتنی زیادہ قابلیت، سلیقے اور دانشمندی کیساتھ چلایا جائے اتنے ہی زیادہ اعلیٰ درجے کے انسان تیار ہو سکتے ہیں۔

گھریلو زندگی ایک مختصر اجتماعی زندگی کا نام ہے جس سے بڑے بڑے معاشروں کی بنیاد پڑتی ہے۔ جب تک خانگی نظام مظبوط نہ ہو معاشرہ ترقی نہیں کر سکتا۔ انسانی زندگی کے مختلف دور یہیں سے شروع ہو کر یہیں پر ختم ہو جاتے ہیں۔ انسان بے شمار سیاسی، سماجی اور تہذیبی مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ اسے ہر طرح کے حالات سے واسطہ پڑتا ہے۔ بسا اوقات معاش کے لئے اسے سخت جد وجہد اور محنت کرنا پڑتی ہے، اپنی اور اپنے خاندان کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لئے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان حالات میں اسے سب سے زیادہ ضرورت ذہنی سکون اور اطمینان کی ہے۔ گھر اسے یہی سکون و راحت فراہم کرتا ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ عورت گھر کو راحت کدہ اور سکون کا مرکز بنا دے تاکہ گھر کے افراد اپنی ساری تکلیفیں اور پریشانیاں بھول کر اور تازہ دم ہو کر کشمکش حیات میں اپنا حصہ ادا کریں۔ اگر گھر کا ماحول خوشی و اطمینان اور آرام و آسائش والا ہوتا ہے تو گھر والوں کی زندگی پر قلبی لگاؤ، خلوص و سکون اور اطمینان کا سایہ رہتا ہے۔ نسل انسانی کی صحیح تربیت اور پرورش کا دارومدار اسپر ہے کہ گھر کے اندر کی فضا پر سکون اور ماں باپ کے باہمی تعلقات کسی قسم کے کھنچاؤ کا شکار نہ ہوں۔ ایک

ایسے ماحول میں جہاں ماں باپ میں باہمی ہم آہنگی کا فقدان ہو، اولاد کے اذہان بھی انتشار کا شکار ہوں گے اور وہ معاشرے میں بھی بے سکونی اور انتشار پھیلانے کا باعث ہونگے، یعنی کسی خاندان کی روحانی و اخلاقی اقدار جتنی محکم ہوں گی سعادت و خوش بختی بھی اتنی ہی ہوگی۔ مغربی مساواتِ مردوزن کی تعبیر کا نتیجہ یہ ہوا کہ افراد کے مابین، خاندان میں محبت کم ہونے لگی، آپس میں پیار محبت کا خاتمہ ہونے لگا، زناکاری رواج پانے لگی، عورت کی توجہ جو صرف خاندان تک محدود تھی اور جسکا عشق بچوں کے لئے مخصوص تھا وہ ناپید ہو گیا کیونکہ جب خواتین خود کسب معاش کرنے لگیں تو اپنی محبت و توجہ کو صرف گھر تک محدود کرنے پر قادر نہ رہیں۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ بچے کے لئے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دوسری غذا نہیں ہے۔ اگر ماں گھر پر نہ رہے اور باہر کی مصروفیات اسے دن بھر گھیرے رہیں تو وہ اسکا اہتمام نہیں کر سکتی۔ اسی طرح شیر خوارگی کی عمر میں اور اسکے بعد بھی ایک عرصے تک بچے کی صحیح پرورش ماں ہی کے ہاتھوں میں ہو سکتی ہے۔ بچے کی صحیح نشو و نما کے لئے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ اسے مناسب اور متوازن غذا ملتی رہے بلکہ اس کے لئے محبت، ہمدردی اور مامتا کی بھی ضرورت ہے۔ اگر اسے اپنے قریب ترین ماحول میں یہ جذبات نہ ملیں تو اسکی شخصیت مرجھا جائے گی اور ابھرے گی تو بالکل غلط رُخ پر ابھرے گی۔ ان جذبات کا مخزن ماں ہی کا سینہ ہے۔ کوئی بھی دوسرا شخص اسکا بدل نہیں بن سکتا۔ جب ماں دن بھر گھر سے باہر رہے گی تو بچہ ان جذبات کے لئے تڑپتا رہے گا اور وہ اسے نہ مل سکیں گے۔ خود سوچئے کہ جب یہ صورتحال ہوگی تو نئی نسل جو ملک کا نظام سنبھالنے کے لئے تیار ہوگی وہ کیسی ہوگی؟ جبکہ وہ ہر مشکل کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جانے والی ہستی، ماں کی تربیت اور محبت کی کمی میں پرورش پائے گی۔ ہمیں آنے والے کل کی تباہی کو روکنے کے لئے مغربی ایجنڈے کے نفاذ کو روکنا ہوگا۔ آج متمدن معاشروں میں کثرتِ طلاق ایک سنگین مسئلہ بن چکی ہے۔ اِس بات پر بہت سے لوگ متفق ہیں کہ طلاق کی بنیادی وجہ خواتین کا گھر سے باہر کام کرنا ہے۔ گھریلو آمدنی کی قلت یا کسی اور وجہ سے شادی شدہ خواتین گھر سے باہر کام کاج کرتی ہیں ان میں سے اکثر صاحب اولاد ہیں۔ گھر سے باہر ملازمت کرنا اور گھر کے اندر امورِ خانہ داری اور بچوں کی پرورش کرنا خواتین کے اعصاب کو اس حد متاثر کر دیتا ہے کہ عموماً شوہر و زوجہ کے مابین مستقل اختلاف پیدا ہو جاتا ہے اور اسکا نتیجہ طلاق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ طلاق کی کثرت کسی بھی معاشرے کی بقاء و ترقی کے لئے بہت بڑے خطرے کی گھنٹی ہے جس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ ایک ریسرچ کے مطابق وہ بچے جن کی والدین طلاق یافتہ ہوں ان میں سے 70% آئندہ آنے والی اپنی عملی زندگی میں اسی عمل کی وجہ سے خوفزدہ رہتے ہیں اور انکی ازدواجی زندگی بے حد متاثر ہوتی ہے کیونکہ اس رشتے کی ناپائیداری کا خوف انہیں ساری زندگی کشمکش میں دالے رکھتا ہے۔ خاندانی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ معاشرہ پھر سے اسلامی دستور کا پابند ہو۔[16]

آیئے آپ کو روس وامریکہ کے تجربات سے استفادہ کرواتے ہیں۔اشتراکی نظام نے خاندانی نظام کے تصور کو ہی ختم کر دیا تھا۔عورت اور بچے ریاست کی ملک سمجھے جاتے تھے۔تمام مردوں اور خواتین پر کام کرنا لازم تھا اور جب دو مختلف شہروں میں کام ہونے کی صورت میں کچھ شوہروں اور بیویوں کو مشکلات پیش آئیں تو لیبر بورڈ نے اسکا حل یہ نکالا کہ میاں اور بیوی دونوں اپنی اپنی جگہ جیسے چاہیں میاں اور بیوی بنالیں۔اس کے ساتھ جائز اور ناجائز بچوں کو تمام حیثیتوں سے برابر قرار دے دیا گیا۔عورتوں کی سہولت کے لئے سرکاری سرپرستی میں حمل گرانے کے مراکز قائم کر دیے گئے۔ان باتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ چند ہی وسالوں میں لاوارث اور آوارہ بچے گلی کوچوں میں پھرنے اور چوری' مارپیٹ اور قتل تک کی وارداتیں کرنے لگے۔1934 کے اعداد و شمار کے مطابق صرف ماسکو میں ستاون ہزار ولادتوں کے مقابلے میں ایک لاکھ چون ہزار حمل گرائے گئے۔ معاشرے میں طلاق کی کثرت ہو گئی ۔ عورت کی آزادی کے یہ 'شاندار' نتائج جب سامنے آئے تو اشتراکیوں کی آنکھیں کھلیں۔جس طرح اس سے پہلے لینن کو کچھ عرصہ تک فطرت سے لڑنے کے بعد یہ معلوم ہوا تھا کہ ملکِ ذاتی کی کامل نفی کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو بھوکا مار دیا جائے اسی طرح ان ہولناکیوں کو دیکھنے کے بعد اس کے جان نشینوں پر یہ حقیقت آشکار ہوئی کہ گھر اور خاندان کی بربادی خود قوم اور ملک کی بربادی ہے۔چنانچہ اسکے بعد انہوں نے یکلخت پینترا بدلہ۔1936 میں ماہرینِ قوانین وعمرانیات کے کمیشن کے صدر Stolz نے درج ذیل سفارشات تیار کیں:

(1) نکاح ایک اجتماعی فریضہ ہے۔اب تک طلاق بہت سہل رہی ہے، ضرورت ہے کہ آئندہ اسے دشوار بنایا جائے۔

(2) ایک سوشلسٹ ملک میں اسقاطِ حمل کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(3) اشتراکی عورت بلاشبہ مرد کی ہم رتبہ ہے لیکن وہ اس عظیم فرض سے سبکدوش نہیں ہوسکتی جو قدرت نے اس پر عائد کیا ہے، یعنی ماں بننے کا فرض۔اسکی زندگی دُہری اہمیت رکھتی ہے، ایک اسکی شخصی حیثیت سے، دوسری ماں ہونے کی حیثیت سے۔

اسکے بعد رشتہ نکاح اور خاندان کے استحکام کے لئے اشتراکیوں نے جو قوانین نافذ کئے اور جو اصلاحات کیں وہ یہ ہیں:

(1) پوسٹ کارڈز کے ذریعہ طلاق دینے کا طریقہ منسوخ کر دیا گیا۔

(2) طلاق پر فیس عائد کر دی گئی جس کی شرح 2000 روبل تک تھی۔

(3) طلاق کو قابلِ نفرت بنانے کے لئے طلاق دینے والے اشخاص کے پاسپورٹوں پر بھی ان کی اس خصلت اور انکی طلاقوں کی تعداد کا اظہار ضروری سمجھا گیا۔

(4) جائز ناجائز بچوں کے درمیان فرق کو بحال کر دیا گیا۔

(5) اسقاطِ حمل کو قتل کا ہم معنی جرم قرار دیا گیا، یہاں تک کہ اسکا مشورہ دینے والے کے لئے بھی دو سال قید کی سزا رکھی گئی۔

(6) غیر شادی شدہ خواتین و حضرات اور تین سے کم بچوں والے والدین پر ٹیکس عائد کر دیا گیا۔

(7) بچوں کی پیدائش کی ترغیب دینے کے عورت کو زچگی کے دنوں میں رعائتیں اور سہولتیں بہم پہنچانے کا اور بچوں کے لئے وظائف کا طریقہ مقرر کیا گیا۔

(8) جن بچوں کو پہلے والدین کے خلاف جاسوسی پر اکسایا جاتا تھا، اب انکو یہ تعلیم دی جانے لگی کہ بچوں کو اپنے ماں سے محبت اور انکی عزت کرنی چاہیے اگرچہ وہ پرانی وضع کے ہوں اور بچوں کی اشترا کی لیک سے نفرت بھی کرتے ہوں[17]

عورت کی فطرت اور سیاست کے مزاج میں فطری بعد ہے۔ عورت کے مزاج میں فعل سے زیادہ انفعال، کسرے زیادہ انکسار اور تاثیر سے زیادہ تاثر کا غلبہ ہے۔ وہ زود حِس بھی واقع ہوئی ہے اور شدید التّاثر بھی۔ اس وجہ سے وہ حالات و واقعات سے جلد اثر لیتی ہے اور اسکا یہ اثر تیز اور شدید بھی ہوتا ہے۔ اسکی یہ فطرت اسکے فطری دائرے کے اندر، جہاں اسکا معاملہ صرف اپنوں سے ہوتا ہے، اسکے فرائض کے لحاظ سے نہایت موزوں بلکہ ضروری ہے۔ اسی سبب سے وہ متعلقہ افراد یعنی شوہر اور اولاد وغیرہ کے لئے سراپا ایثار و محبت بنی رہتی ہے۔ انکی ہر ضرورت و تکلیف کا وقت سے پہلے احساس کر لیتی ہے۔ اور جب احساس کر لیتی ہے تو اسکے ازالے کے لئے اسکے اندر ایسی بے چینی اور بے قراری پیدا ہو جاتی ہے کہ جب تک وہ اس صورتحال کو دور نہ کر لے اسکو چین نہیں آتا، چاہے اس کے لئے اسکو سب کچھ قربان کرنا پڑے۔

سیاست کا مزاج بالکل مختلف ہے۔ اوّل تو حکومت کا مزاج انفعال سے زیادہ فعل، انکسار سے زیادہ کسر اور تاثیر کا متقاضی ہے۔ اسکی خصوصیت مردانہ ہے وہ اپنا ایک متعین ارادہ رکھتی ہے اور اس ارادہ کو فاعلانہ عزم اور آمرانہ زور و قوت کے ساتھ نافذ کرنا چاہتی ہے۔ ثانیاً اسکے معاملات نہایت پھیلے ہوئے، اپنوں اور بیگانوں، ہر ایک سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے اسکے انتظام و انصرام میں وہی روّیہ زیادہ قرینِ مصلحت ہے جس میں جذباتی پن سے زیادہ سکونِ مزاج اور جلد بازی سے زیادہ عزیمت غالب ہو۔ چنانچہ خواتین ہی نہیں بلکہ وہ مرد بھی ریاستی و حکومتی معاملات میں دخیل ہو جائیں تو اپنی صحت بھی کھو بیٹھتے ہیں اور بسا اوقات ملک و سلطنت کو بھی خطرے میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ فلسفۂ سیاست کا مشہور فرانسیسی عالم، بلنچلی بھی اس کی کرتا ہے۔ وہ اپنی کتاب The Theory Of The State میں لکھتا ہے:

'جن خواتین نے ریاست میں شہرت پائی ہے انہوں نے عموماً ریاست کو اور اپنے دوستوں کو نقصان پہنچایا

ہے۔انکی ہوشیاری اور ذکاوت نے ایک سازش کی شکل کی اختیار کر لی۔اور جب ایک مرتبہ سیاسی نفرت، انتقام اور طمع کے جذبات عورت کے سینے میں بھڑک اٹھے، وہ جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئے۔ یہ بات صرف بادشاہوں کی آشناؤں ہی کی حد تک صحیح نہیں ہے بلکہ بہت سی بیویوں اور ماؤں کے متعلق بھی صحیح ہے، جو تاریخ میں مشہور ہوئی ہیں۔ روم کی تاریخ، انقلابِ فرانس کی سرگزشت اور شاہانِ فرانس کے درباروں کے حالات، سب سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔[18]

دوسری جنگِ عظیم کے موقع پر فرانسیسی لیڈروں نے بھی اس امر کا اقرار کیا تھا کہ انکی شکست میں سب سے زیادہ ہاتھ ان عورتوں کا ہے جو سیاست میں دخیل تھیں۔

خواتین میں اخلاقی بے راہ روی کی درج بالا معاشی وجوہات کی وجہ سے سماجی توازن بری طرح متاثر ہوتا ہے ۔خاص کر خواتین اور ہم سب کو چاہیے کہ ہم اس کا سد باب کرنے کی از حد کوششیں کریں تاکہ خواتین میں اخلاقی بے راہ روی کے راستے مسدود ہوں اور معاشرہ کو حسن اخلاق کی مضبوط بنیادیں فراہم ہوں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

(1) ترمذی: محمد بن عیسیٰ، "**الجامع الترمذی**"، کتاب البر، ج2، ص227، رقم الحدیث1966

Tirmizi,Muhammad Bin Eesa, **aljaame altirmizi** , Chapter of birr, volume 2, page 227, Hadees No: 1966

(2) ایضا

ibid

(3) لارنس ," **بچوں کی تعلیم وتربیت** " (مترجم محمد افضال)، دارالشعود، لاہور:2009ء، ص220

Larne's ,**Educating The Child**,(**Bacho Ki Taleem Wa Tarbiyat**) Translator Muhammad Afzaal, Dar Ru Shahood Lahore ,2009,Page 220

(4) پروفیسر عبدالجبار شاکر، "**اسلام میں بچوں کا مقام**"، اسلام آباد: انسٹنٹ پرنٹ سسٹم، 2009ء، ص225

Prof. Abdul Jabbar Shakir , **The Place Of Children In Islam, (Islam Me Bacho Ka Maqam)** Islamabad ,Instant Print System,2009,Page 225

(5) عثمانی، مولانا محمد تقی، **آزادی نسواں کا فریب**، ہفت روزہ ندائے خلافت، صفحہ 25

Usmai , Maulana Mufti Muhammad Taqi, **The Deception Of Women's Liberation, (Azadi E Niswa Ka Freeb)** Weekly Niday E Khilafat , Page :25

(6) روزنامہ جنگ، **سنڈے میگزین**، 30جولائی2006، صفحہ14

Daily Jang News Paper، **Sunday Magazine**, 30th July 2006, Page :14

(7) امین احسن اصلاحی، **اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام**، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، اکتوبر2001 صفحہ216-217

Ameen Islahi, **The Place Of Women In Islamic Society(Islami Maashra Me Aorta Ka Maqam)** Faran Foundation Lahore, Oct 2001, Page :216-217

(8) ڈاکٹر گوہر مشتاق، **بجلی سے چلنے والی مشنیات**، ہفت روزہ ندائے خلافت، 3اگست2005ء، صفحہ10

Dr. Gohar Mushtaq , **Bijli Sy Chalny Wali Mshaniyat ,** Weekly Nida E Khilafat 3rd August 2005, Page No : 10

(9) ترمذی: محمد بن عیسیٰ، "**الجامع الترمذی**"، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، آرام باغ کراچی، جلد2، صفحہ227

Tirmizi, Muhammad Bin Eesa , **Aljame Al Tarmizi** ,HM Saeed

Compny Aram Bagh,Karachi , Volume 2,Page No:227

(10) (النور:30:24)

Al Noor ,24:30

(11) (الاحزاب:33:33)

Alahzaab33:33

(12) (الاحزاب:32:33)

Alahzaab33:33

(13) (الانعام:151:6)

Al Inam ,6:151

(14) ابوالاعلیٰ،سید مودودی۔ **تفہیم القرآن** ،ادارہ ترجمان القرآن۔لاہور،1949ء،سورۃالنساءحاشیہ نمبر:34۔33

Abol Aala , Syed Mododi , **Tafheem Ul Quran**, Idara Tarjaman Ul Quran, Lahore, 1949, Sura Nisa ,Hashia No;33-34

(15) ایضا،سورۃالنساءحاشیہ نمبر: 59

Ibid Sura Nisa ,Hashia No;59

(16) گل فشاں ملک، **بچوں کی تربیت پر والدین کے کردار کا اثر**،ہفت روزہ ندائے خلافت، صفحہ نمبر11

Gul Fisha Malik, **Bachon Ki Tarbiyat Par Waldeen Ky Kirdar Ka Asar** , Weekly Nida E Khilafat ,Page No:11

(17) امین احسن اصلاحی، **اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام**،، صفحہ 210-211

Ameen Islahi **, Islami Muashra Miy Aurat Ka Maqam** , Page No:210-211

ایضا، صفحہ 220

ibid Page No;220